جلد04، شمارہ01، جون2023

شبنم شکیل کی غزل گوئی کا تجزیہ

"شب زاد" اور "اضطراب" کے حوالے سے

ڈاکٹر زینت افشاں
اسسٹنٹ پروفیسر
وفاقی اردو یونیورسٹی برائے سائنس و ٹیکنالوجی، اسلام آباد

p ISSN: 2789-4169
e ISSN :2789-6331
Received: 04-5-2023
Accepted:
Online:

Copyright: © 2023 by the authors. article open-access This is an distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

ABSTRACT: Urdu Ghazal is a very valuable cultural asset of the subcontinent. It provided the Urdu with a large number of great poets. It is the Ghazal which is the biggest way of cultural expression in Urdu. It is also an important point that the number of poetesses is a few only as compared to poets in the very early times of Ghazal sayings. It is another dimension now that the number of poetesses is no more less than the number of poets these days. The name of Shabnam Shakeel has been of great importance in Urdu Ghazal. She provided Urdu with her very two important books- SHABZAD and IZTIRAB. In this article, Shabnam Shakeel's importance has been highlighted while analyzing her Urdu Ghazal. Her distinctions in this regard have been described in the light of her Ghazal features.

Keywords: distinctions, cultural, dimension, regard

"شب زاد" شبنم شکیل کا پہلا شعری مجموعہ ہے۔ یہ مجموعہ ۱۹۸۷ء میں منظرِ عام پر آیا۔ شب زاد میں ۵۶ غزلیں شامل ہیں۔ ان کی غزلوں میں کلاسیکیت کی جھلک نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔ جس زمانے میں شبنم شکیل نے باقاعدہ شاعری کا آغاز کیا، فیض احمد فیض کی شاعری کا چرچا تھا۔ انہوں نے بلاشبہ فیض سے شاعری میں اثرات ضرور قبول کیے لیکن اپنے لیے جس راستے کا انتخاب کیا وہ فیض کی ترقی پسند شاعری سے بالکل الگ تھا۔

ان کی غزل کلاسیکی شاعری کے زیر اثر نظر آتی ہے۔ انہوں نے روایتی موضوعات قلم اٹھایا۔ اور بخوبی ان موضوعات سے انصاف کرنے کی کوشش کی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی توجہ ابتدائی طور پر غزل کی جانب زیادہ ہے بہ نسبت نظم کے۔ زبان اور تلفظ کے حوالے سے ان کے والد سید عابد علی عابد کی تربیت ان کے کام آئی جس کی وجہ سے الفاظ کے چناؤ، لفظوں کی تراش خراش سے وہ کماحقہ واقفیت رکھتی ہیں۔ اسی لیے ان کی شاعری جہاں روایت اور کلاسیکیت کا امتزاج ہے وہاں وہ غزل کے لیے نئے در وا کرتی ہوئی بھی نظر آتی۔ اس حوالے سے اشفاق احمد لکھتے ہیں:

"شبنم نے اپنی امانت، صداقت اور دیانت بھری زبان سے غزل کی شاعری میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا ہے۔"(۱)

شبنم شکیل نے بیسویں صدی کے نصف آخر میں شاعری کا آغاز کیا اور مختصر سے عرصے میں اپنی الگ پہچان بنالی۔ یہاں تک کہ ان کا نام اردو شاعری میں ایک معتبر حوالے کے طور پر آتا ہے۔ امجد اسلام امجد نے "شب زاد" کی غزل کے بارے میں لکھا ہے:

"شبنم کی غزلوں کو پڑھ کر محسوس ہوتا ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ افسانوں کے خوابوں کی تعبیریں ہی نہیں بلکہ خواب بھی بدل جاتے ہیں۔"(۲)

ان کی شاعری میں دل و دماغ کی جنگ ہے۔

پہلے صداقتوں کے وہ پرچار اور دل
اب قول و فعل کے یہ تضادات اور دل

(شب زاد، ص۔۱۶)

شاعر ہیں یہ سوچنا ہوگا "کیسے سب کچھ کہنا ہے"
دل کی بات لبوں تک لانے میں کچھ وقت لگے گا

(شب زاد، ص۔۱۸)

یہ اور بات کہ دل غم میں خود کفیل ہوا
مگر وہ آنکھ مرے غم میں اشکبار رہی

(شب زاد، ص۔۲۴)

بائیں میں سورج رہے اور چاند دہنے ہاتھ میں
دل اگر روشن نہیں تو شعبدہ گر کچھ نہیں

(شب زاد، ص۔۹۴)

"شب زاد" میں دل مرکزی استعارہ ہے اور ان کے ہاں دل کا استعارہ تمام غزل پر حاوی ہے۔ دل تمام جسم میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ کسی بھی شاعر کے ہاں دل ایک مستقل استعارے کے طور پر نمود کرتا ہے۔ شبنم کے ہاں بھی دل کو بہ طور تشبیہ اور استعارہ برتا گیا ہے چند شعر ملاحظہ کیجیے:

ہے کشادہ بہت فضا دل کی
ہیں کئی دشت دشت کے اندر

(شب زاد، ص۔۴۱)

دل کی باتوں کو بڑے پیار سے پالا ہوگا
خود کو جب ایک نئی راہ پہ ڈالا ہوگا

(شب زاد، ص۔۴۳)

جن لوگوں کی قربت میں بہلتا ہے بہت دل
وہ بھی نہ منافق ہوں، لگے مجھ کو یہ ڈر بھی

(شب زاد، ص۔۴۵)

مصلحت کے کسی سانچے میں نہ ڈھالا اب تک
دل کا اندازہ رکھا سب سے نرالا اب تک

(شب زاد، ص۔۵۶)

باہر تو ہر اک سمت تھا ہنگامہ محشر
سناٹے کا پہرہ تو فقط دل پر لگا تھا

(شب زاد، ص۔۹۱)

اردو کے نامور غزل گو احمد ندیم قاسمی نے "شب زاد" کی غزلوں کے بارے میں لکھا ہے:

"شبنم شکیل نے جہاں اردو غزل کی بھرپور روایت سے اپنے کلام کو منور کیا ہے وہیں اُنہیں غزل کا جو کلاسیکی انداز ورثے میں ملا ہے اس سے بھی انہوں نے اپنی غزل کو سلیقے سے آراستہ کیا ہے۔ سیّد عابد علی عابد کی غزل میں حافظ و سعدی کا جو آہنگ اردو میں ڈھل کر عجیب لطافت و نفاست پیدا کرتا ہے۔ اس نے ان کی صاحبزادی شبنم شکیل کے ہاں نسوانی لہجے میں اظہار پایا ہے۔"(۳(

شبنم شکیل ایک باشعور اور سلجھی ہوئی شاعرہ کے طور پر سامنے آئی ہیں۔ عصری شعور ان کے ہاں حد درجہ گہرا ہے۔ وہ اپنے وقت اور زمانے کے حالات و واقعات سے بے خبر نہیں بلکہ ایک باخبر شاعرہ ہے یہ شعر دیکھیے:

ہاتھ نہ آئی دنیا بھی اور عشق میں بھی گمنام رہے
سوچ کے اب شرمندہ ہیں کیوں دونوں میں ناکام رہے

(شب زاد، ص۔۸۵)

اس شہر کی گلیوں سے کیا میرا تعلق تھا
کیا سوچ کے میں ان سے سو بار مگر گزری

(شب زاد، ص۔۸۷)

اس گھر کی چھتیں کچھ تو مضبوط کرو یارو
باہر تو ذرا جھانکو گھنگھور گھٹا آئی

(شب زاد، ص۔۱۰۹)

"شب زاد" کی غزلیں انسانی جذبات و احساسات اور معاشرتی حالات و واقعات کی سچی اور کھری داستان ہیں، چند اشعار ملاحظہ کریں:

غافل ہوئے مکیں تو بستی اُجڑ گئی
کہتے ہیں یہ لٹے ہوئے گھر جاگتے رہو

(شب زاد، ص۔۱۱۳)

دوستوں کا ذکر کیا دشمن ہیں جب بدلے ہوئے
شہر میں تو اب نظر آتے ہیں سب بدلے ہوئے

(شب زاد، ص۔۱۰۳)

شبنم شکیل نے اردو غزل کو روایت کے ساتھ جڑے ہونے کے باوجود عصری حالات کا آئینہ دار بنانے کی بھرپور اور کامیاب کوشش کی ہے۔ اردو غزل کا پسندیدہ موضوع عشق رہا ہے۔ ہر شاعر نے اس موضوع پر قلم اٹھایا۔ ہر ایک نے اپنے تجربات ومشاہدات اور جذبات واحساسات سے اس موضوع کو منور کیا۔ شبنم شکیل کی شاعری میں عشق کا جذبہ اپنی تمام تر رعنائی کے ساتھ نظر آتا ہے لیکن اس میں عشق کا بے باک اظہار موجود نہیں بلکہ نسائی لب ولہجہ ہے۔ اشاروں کنایوں میں عشق کا اظہار موجود ہے:

بات ایماو اشارت سے بڑھی آپ ہی آپ
اس کی قربت میں بہلنے لگا جی آپ ہی آپ
تازہ کلیوں کے تبسم کا سبب کیا ہو گا
آیا کرتی ہے جوانی میں ہنسی آپ ہی آپ

(شب زاد، ص۔ ۲۵)

مشرقی عورت کی شرم وحیا کا ایک خاص انداز ہے، جس میں بات مکمل نہیں ہوتی۔ کچھ باتیں آنکھوں سے بیان کی جاتی ہیں تو بعض باتیں ادھوری باتوں میں بھی مکمل بیان کر دی جاتی ہیں ایک شعر ملاحظہ کیجیے:

وہ مجھ کو چاہنے لگے بے حد اور اس کے بعد
اس بات کی جہاں میں شہرت کمال ہو

(شب زاد، ص۔ ۳۹)

شبنم کی غزل میں محبت کا جذبہ مضبوط اور توانا ہونے کے باوجود کھلم کھلا نہیں ہے۔ وہ رمز وایمایت کے پردے میں جذبات کو بیان کرنے کا ہنر جانتی ہیں دو شعر دیکھیے:

ہم حدِ ماہ وسال سے آگے نہیں گئے
خوابوں میں بھی خیال سے آگے نہیں گئے

(شب زاد، ص۔ ۴۱)

زرد ہاتھوں میں محبت کی لہو رنگ حنا
وقت آیا تو رچی آپ ہی آپ

(شب زاد، ص۔ ۲۵)

شبنم نے اپنی غزل میں میر، غالب، درد، مومن اور اقبال سے اثرات قبول کیے۔ در حقیقت وہ غزل کی شاعرہ ہیں۔ شبنم کی غزل عورت کے جذبات واحساسات کی بھی ترجمان ہے۔ زندگی میں پیش آنے والے واقعات جیسے ایک عورت کے جذبات واحساسات کو متاثر کرتے ہیں، اس بھرپور نمائندگی شبنم کی غزل میں موجود ہے۔

ان کی غزل میں ہجر ووصال کی داستان بھی ہے، وفا وبے وفائی کا قصّہ بھی۔ چونکہ انہوں نے میر وغالب، مومن ودرد اور اقبال کا مطالعہ بغور کیا اس لیے وہ ان شاعروں سے متاثر ہونے کا برملا اظہار بھی کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ ایک شعر ملاحظہ کیجیے:

میر کے شعر مجھے دکھ میں بہت کام آئے
میں نے ہر غم کو محبت میں سلیقے سے سہا

(شب زاد، ص۔ ۳۸)

شبنم نے غزل کے لیے سادہ اسلوب کو اپنایا۔ انہوں نے مشکل گوئی سے بچتے ہوئے اپنی زبان کو عام بول چال کی زبان کے قریب رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی غزل دوسروں کو متاثر کرتی ہے۔

میرے ہونے ہی کا احساس دلا دے مجھ کو
میں بھی زندہ ہوں کوئی آ کے بتا دے مجھ کو

(شب زاد، ص۔۱۲۱)

ان کی غزل سہل ممتنع کی عمدہ مثال ہے۔ انہیں چھوٹی بحریں پسند ہیں۔ اس لیے شبنم نے زیادہ تر اظہار بیان کے لیے چھوٹی بحروں کا انتخاب کیا ہے۔ شعر ملاحظہ کیجیے:

عمر گزری ملامتیں سنتے
عمر گزری مگر نہ پچھتائے

(شب زاد، ص۔۱۱۶)

امجد اسلام امجد نے "شب زاد" کی غزلوں پر ان الفاظ میں گفتگو کی ہے:

"یہ غزلیں شبنم کی رُبع صدی کی مشقِ سخن کا حاصل ہیں۔ ان میں ایک معصوم اور الھڑ لڑکی سے لے کر ایک ذمّہ دار عورت، بیوی اور ماں تک کے سفر کی روداد شامل ہے ان کی غزلوں کو پڑھ کر محسوس ہوتا ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ انسانوں کے خوابوں کی تعبیریں ہی نہیں بلکہ خواب بھی بدلتے رہتے ہیں۔"(۴)

زندگی ہمہ وقت تغیر پذیر ہے۔ تغیر و تبدل اس کا خاصہ ہے۔ شاعری اپنے وقت اور کسی بھی شاعر کی دلّی کیفیات کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ شبنم کی غزل میں بناوٹ نہیں بلکہ ان کی غزل کا موضوع وقت کے ساتھ ساتھ عہد بہ عہد ملتا ہے۔ اس میں سیاسی و سماجی حالات کا نقشہ بھی ہے اور ان کی زندگی کی داستان بھی۔ اظہار ذات کا وسیلہ غزل کو بناتی ہیں تو سچائی کا دامن اپنے ہاتھ سے نہیں چھوڑتیں۔

شبنم کی غزل میں انا، خودداری، عورت کی بلند ہمتی نظر آتی ہے۔ عورت ان کا خاص موضوع ہے۔ اس حوالے سے حسن رضوی کو انٹرویو دیتے ہوئے کہتی ہیں:

"لوگ عورت کو پہلے عورت سمجھتے ہیں پھر انسان حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہونا چاہیے جب میں نے اپنی شاعری میں فرد کے احساسات کی عکاسی کی تو اس کی بنیادی وجہ یہی سوچ تھی کہ آپ عورت کو معاشرے کے ایک فرد کی حیثیت سے پہلے دیکھیں۔"۔؟

انہیں اس بات کا دکھ رہتا ہے کہ عورت ہونے کے ناطے کچھ باتیں عورت سے پہلے ہی منسلک کر لی جاتی ہیں، یہ سوچے سمجھے بغیر کہ وہ ایک انسان بھی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ بحیثیت انسان اس کے ساتھ سلوک کیا جائے، یہ شعر دیکھیے:

بنتِ حوّا کسی چہرے سے نہ دھوکا کھائے
کینچلی سانپ بدلتا ہے آپ ہی آپ

(شب زاد، ص۔۲۶)

جدید دور میں زندگی نے نیا رُخ اختیار کر لیا ہے۔ مادی آسائشوں کے ساتھ انسان اخلاقی و تہذیبی طور پر پسماندہ ہو چکا ہے۔ معاشرتی اقدار اپنا وجود برقرار رکھنے کے لیے آہ و بکا کر رہی ہیں مگر کوئی سننے والا نہیں۔ محبت، مروّت، وفا اب گئے دنوں کی یاد بن کر رہ گئے ہےں۔ درحقیقت شبنم کی غزل مٹتی ہوئی تہذیب اور سسکتی ہوئی اقدار کا نوحہ ہے۔ چودھری ابن النصیر نے ان الفاظ میں اس پسماندگی کی طرف توجہ دلائی ہے:

"شب زاد" کی غزل کا ہر شعر کسی نہ کسی واقعہ کا نوحہ ہے اور اپنے مقدر پر گریہ کناں ہے"(۵)

سیّد ضمیر جعفری نے شنبم کے اسلوب پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھا ہے:

"شبنم نے اپنی شاعری کا اسلوب اپنی وراثت سے نہیں لیا اپنی ذہانت سے تراشا ہے"(۶)
شبنم نے کمال مہارت سے فارسی تراکیب اور تشبیہات و استعارات کا استعمال کیا ہے، جس نے اس کی غزل کو چار چاند لگا دیے۔ مثال کے طور پر اشعار دیکھیں:

ہے چشم گل میں درد کی شبنم میرے لیے
حسرت تھی کوئی آنکھ تو ہو نم میرے لیے

(شب زاد، ص۔ ۶۹)

سیندور جس کی مانگ میں بھرتا نہیں کوئی
یہ زندگی مجھے وہ سہاگن دکھائی دے

(شب زاد، ص۔ ۶۴)

سوکھے ہونٹ سلگتی آنکھیں سرسوں جیسا رنگ
برسوں بعد وہ دیکھ کے مجھ کو رہ جائے گا دنگ

(شب زاد، ص۔ ۱۲۳)

شبنم نے عورت کے جسمانی خدوخال کو موضوع بنانے کے بجائے اس کی کیفیات کی عکاسی کی ہے۔ جدید دور میں جس طرح وہ اپنا وجود برقرار رکھنے کے لیے کوشاں ہے ں، ان کی نمائندگی کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ بحیثیت مجموعی اگر ان کی "شب زاد" کی غزلوں کا جائزہ لیا جائے تو اس میں پاکستانی عورت اپنی پوری رعنائی کے ساتھ جلوہ گر نظر آتی ہے۔ وہ روایت اور اقدار کا احترام بھی کرتی ہے اور نئے زمانے کے مطابق مضبوطی کے ساتھ اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کے ہنر سے بھی پوری طرح واقف ہے۔

شبنم شکیل کا دوسرا شعری مجموعہ "اضطراب" ہے۔ یہ ۱۹۹۴ء کو منظر عام پر آیا۔ ان کے اس شعری مجموعے کے صرف ایک شعر میں چار بار اضطراب کا لفظ ہے:

تجھ کو مجھ سے کون سا بے باق کرنا تھا حساب
اضطراب، اے اضطراب، اے اضطراب، اے اضطراب

(اضطراب، ص۔ ۱۱۷)

ان کا پہلا مجموعہ "شب زاد" غزلوں پر مشتمل ہے۔ دوسرے شعری مجموعے میں غزلیں اور نظمیں ہیں۔ یہاں ان کا فن مسلسل ارتقا پذیر نظر آتا ہے۔ ان کا شعور پختگی کی منازل طے کرتا ہوا اضطراب تک پہنچتا ہے۔
اب ان کی فکر واضح ہوتی ہے۔ انسانی رنج و الم پر دُکھتی ہیں اور ظالمانہ اور استحصالی روّیوں اور قوتوں کو بے نقاب کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ اُمید اور روشنی کا پیغام ان کی شاعری کا موضوع بنتا ہے۔ مثال کے طور پر اشعار دیکھیے:

جو روشنی کی سمت کھلے اور کھلا رہے
دیوارِ قصرِ دل میں اک در تلاش کر

(اضطراب، ص۔ ۱۰۲)

وہ اپنے خواب کے گھروندے کہاں کہ اُن میں سے
جو آج تک بھی سلامت ملے تو کافی ہے

(اضطراب، ص۔۱۰۳)

شبنم کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ انسانی دکھوں پر صرف آبدیدہ نہیں ہوتی بلکہ استحصالی روّیوں کے خلاف آواز بلند کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔

آزادی کے بعد شعر و ادب کا موضوع قیامِ پاکستان سے منسلک ہے۔ ہجرت، آباد کاری کے مسائل اور تہذیبی زوال جیسے موضوعات شعر و ادب میں داخل ہوئے۔ سچ تو یہ ہے کہ قحط الرجال کے دور میں انسانی المیّوں نے جنم لیا۔ جس سے ہر باشعور اور حساس، درد دل رکھنے والے انسان نے اثر قبول کیا، چند شعر دیکھیے:

کسی سے کس طرح انصاف مانگنے جاؤں
عدالتیں تو بہت ہیں عدیل کوئی نہیں

(اضطراب، ص۔۱۱۷)

سب واہ ہیں دریچے تو ہوا کیوں نہیں آتی
چپ کیوں ہے، پرندوں کی صدا کیوں نہیں آتی
گُل کھلنے کا موسم ہے تو پھر کیوں نہیں کھلتے
خاموش ہیں کیوں پیڑ، صبا کیوں نہیں آتی

(اضطراب، ص۴۵،۴۶)

جمشید مسرور لکھتے ہیں:

"شبنم شکیل بھی دیگر شاعرات کی طرح معاصر ثقافت کی پیداوار ہیں لیکن ان کا ردِ عمل ان کا اپنا ہے جو ان کی شخصیت کی کٹھالی میں پگھل کر نکلتا ہے۔ دھواں دیتا ہے، جلتا ہوا، سلگتا ہوا، لیکن بہاؤ میں دھیما دھیما اور ٹھہرا ٹھہرا، وقت رخصت چپ لیکن اپنی ہی آنکھوں کے اپنے آپ پھیلتے کاجل کے سامنے بے اختیار۔"(۷)

شبنم کو اردو شاعری کی صحت مند اور توانا روایت ملی۔ ساتھ ہی ساتھ ان کے گھر کا ماحول بھی علمی و ادبی ٹھہرا، یہی وجہ ہے شبنم کی فکر و نظر، ماضی و حال و روایت و جدت کا امتزاج ہے۔

"اضطراب" میں وہ ایک پختہ شعور کی مالک شاعرہ کے طور پر سامنے آتی ہیں۔ شاعری در حقیقت جذبات و احساسات کے مؤثر اظہار کا نام ہے۔ شبنم نے جذبات و احساسات کو بھرپور انداز میں پیش کیا ہے۔

"اس شعری مجموعے "اضطراب میں شبنم کی غزلوں اور نظموں کی سب سے نمایاں خوبی ان کے احساس کی سچائی اور جذبات کا مؤثر اور بھرپور اظہار ہے۔ ان کی شاعری کے مطالعے سے اس امر کا اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ایک حقیقت پسند اور کھلے ذہن کی شاعرہ ہیں۔ ہر شعبہ حیات پر اپنی نگاہ مرکوز رکھتی ہیں۔ انہیں روزمرہ زندگی کے چھوٹے چھوٹے مگر اصلی اور سچے تجربات تخلیقی اظہار کی قوت بخشنے پر قدرت حاصل ہے۔"(۸)

حقیقی ادیب، لکھاری یا شاعر وہ ہوتا ہے جو بے چین طبیعت کا مالک ہو۔ اس کے اندر اور باہر کی دنیا میں ہر وقت جنگ جاری رہتی ہے۔ شبنم کے ہاں حقیقی شاعری کی بے چینی موجود ہے۔ مشاہدے کی گہرائی، تجربے کی سچائی اور صداقتِ اظہار انہیں معتبر شاعروں کی صف میں لا کھڑا کرتی ہے۔ شبنم کی خاص خوبی اضطراب کی غزلوں میں نظر آتی ہے۔ وہ ان کا پروقار اور سلجھا ہوا لہجہ ہے۔

خالدہ حسین لکھتی ہیں:

"ہمارے ہاں آج کل جو شاعرات کا جھرمٹ ہے اس میں شبنم کی اپنی الگ روشنی ہے۔ ایک باغی جھنجھلائی ہوئی یا اس کے برعکس شکست خوردہ عورت کے بجائے اس کے ہاں ایک پروقار، رکھ رکھاؤ والی گھریلو عورت نظر آتی ہے۔"(۹)

ایک ایسی عورت جو مسائل سے دوچار ہے۔ مگر ان سے نکلنے کا راستہ تلاش کرتی ہے۔ شبنم نے استحصالی قوتوں کو حقارت و نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے ان کے خلاف آواز بلند کی ہے۔ زمانے اور وقت کے بدلنے کے ساتھ معاشرتی اقدار بھی تبدیل ہونے لگیں۔ معاشی حیثیت نے اتنی اہمیت حاصل کر لی کہ وہی بہتر اور ٹھہرا جو معاشی اعتبار سے بہتر ہے۔ اشعار دیکھیں:

مایا کا ہے سب جال سب دیکھ چکی ہوں
دنیا کا ہے یا حال سب دیکھ چکی ہوں

(اضطراب، ص۲۳)

پانسے بھی امیروں کے ہی ہوتے ہیں سو ان کی
چل جاتی ہے ہر چال بہت دیکھ چکی ہوں

(اضطراب، ص۲۴)

"شب زاد" سے "اضطراب" تک کے سفر میں محسوس ہوتا ہے کہ شاعرہ اپنی شاعری کو زندگی کے جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ شبنم نے انتہائی فن کاری سے زندگی سے جڑے تمام موضوعات کو بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ وطن، مجاہدین، شہیدانِ وطن سے محبت کا اظہار منفرد ہے۔ منفرد ان معنوں میں کہ وہ محبِ وطن شاعرہ کے طور پر اپنے آپ کو منواتی ہیں۔ ظلم چاہے کشمیر میں ہو رہا ہو یا کسی اور خطے میں اس کے درد کی کسک اپنے سینے میں محسوس کرتی ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ وہ ایک باخبر شاعرہ ہیں تو بے جا نہ ہوگا۔ ایک باخبر شاعرہ ہونے میں جذبے کی سچائی کے ساتھ ساتھ ان کی قوتِ مشاہدہ نے ان کا بھرپور ساتھ دیا ہے۔ وہ زندگی کی تلخیوں اور انسان کے دکھوں کو دل سے محسوس کرتی ہیں۔ اور جس طرح کے ردعمل کا اظہار ایک دردمند دل رکھنے والا انسان کر سکتا ہے۔ اسی طرح کا ردعمل ان کی شاعری میں موجود ہے۔

ان کی شاعری میں بہت سے حقائق پوشیدہ ہیں بلکہ حقائق کی سچائی کی وجہ سے وہ اپنا الگ مقام و مرتبہ بنانے میں کامیاب ہوئی ہیں۔

اکثر اپنے در پے آزار ہو جاتے ہیں ہم
سوچتے ہیں اس قدر بیمار ہو جاتے ہیں ہم

(اضطراب، ص۷)

زندگی سے دور کر دیتا ہے اکثر خوفِ مرگ
آپ اپنی زندگی پر بار ہو جاتے ہیں ہم

(اضطراب، ص۸)

اضطراب میں حقیقت پسندانہ رویہ اس قدر غالب ہے کہ کہیں بھی مصلحت یا مفاہمت کا رویہ قابلِ قبول نہیں سمجھا گیا۔ شبنم نے مظلوم طبقے کی صدائے احتجاج بننے کی کوشش کی ہے۔ صدائے احتجاج بلند کرنے میں وہ ذرا بھی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتیں۔ ان دو شعروں میں احتجاج کا انداز دیکھیں:

حکم نامے نئے تحریر کیے جاتے ہیں
اب کہاں خواب بھی زنجیر کیے جاتے ہیں

(اضطراب، ص۲۰)

جس سے مل سکتا ہے مظلوم کو انصاف یہاں

اس گواہی میں ہی تاخیر کیے جاتے ہیں

(اضطراب، ص۲۰)

ان کے شعر قاری کے ذہن و فکر کو متاثر کرتے ہیں۔ جس سے ان کی شاعری کی افادیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ڈاکٹر غلام شبیر رانا اپنے ایک مضمون میں شبنم کی شاعری میں افادیت و تاثیر کے اس پہلو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اضطراب میں شبنم شکیل اپنے مشاہدات اور تجربات کو اس شدت اور تاثیر کے ساتھ الفاظ کے قالب میں ڈھالتی ہیں کہ قاری کو ان کی صداقت اور افادیت کا یقین ہو جاتا ہے اور اس طرح اشعار براہ راست ذہن پر اپنے نقوش مرتب کرتے ہیں۔"(۱۰)

"اضطراب"" کی غزلیں دنیا کی بے ثباتی کا المیہ ہے ں لیکن ان کی خوبی یہ ہے کہ زندگی گزارنے کا سلیقہ سکھاتی ہیں۔ افتخار عارف لکھتے ہیں:

"شبنم ماں بھی ہے، بیٹی اور بہن بھی ہے، شریک حیات بھی اور ان سب کے ساتھ ساتھ ایک فرد بھی ہے۔ اپنے اردگرد پھیلی ہوئی ناہموار زندگی اور نامطمئن فرد"اضطراب" اسی بے چینی اور دردمندی کے زندگی نامے کا اظہار ہے ایسا اظہار جس میں صداقت شعری کمال کا ہنر سے آمیز ہو کر ظہور پذیر ہوئی ہے ہمیں شبنم شکیل کی شاعری ہی تو اچھی نہیں لگتی اس کے حرف ملائم وشائستہ کے سحر نے ہم کو زنجیر کر رکھا ہے(۱۱)

عصرِ حاضر کی عورت جہاں شدت سے اپنے ہونے کا احساس رکھتی ہے۔ وہاں اپنا آپ منوانا بھی چاہتی ہے۔ اسے اپنے مسائل کا ادراک بھی ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ وہ کائنات کے اسرار و رموز سے بھی واقفیت چاہتی ہے یعنی اب آج کی عورت کی دنیا گرہستی سے نکل کر وسعت آشنا ہو چکی ہے۔ اس کی ذات اب گھر کے دائرے میں محدود نہیں۔ ایک فرد ہونے کی پہچان نے عورت کو اس قابل بنا دیا ہے کہ وہ اپنے اردگرد پھیلی کائنات کا کھلی آنکھوں سے مشاہدہ کر سکے اور جہاں تک ممکن ہو ایک فعال رکن کے طور پر اپنا کردار ادا کر سکے۔

شبنم جدید دور کی باشعور سلجھی ہوئی شاعرہ ہیں۔ لہٰذا ان کا مجموعہ "اضطراب" اسی عورت کے باشعور ہونے کی بازگشت ہے۔

"اضطراب کی شاعری سند ہے کہ آج اردو شاعری میں عورت بحیثیت شاعر کسی طرح بھی مردوں سے پیچھے نہیں بلکہ اس کے قدم کچھ آگے نہیں تو کم از کم ان کے ساتھ ضرور اٹھ رہے ہیں۔"(۱۲)

"اضطراب" کی بعض غزلیں "غزلِ مسلسل" کی طرح ہیں:

جنھیں رکھا نہ لگاوٹ کے ضمرے میں کبھی
رفتہ رفتہ انہیں باتوں سے بہلتے جائیں
دے نیا غم کہ ہمیں پھر سے سنبھالے آکر
سحر سے تیرے بھی اب ہم تو نکلتے جائیں

(اضطراب، ص۱۲۲)

دنیا ایک پڑاؤ ہے جس میں کسی نے بھی ہمیشہ نہیں رہنا۔ یہ ایک مختصر وقت کے لیے یہاں رکھتا ہے۔ اور پھر اپنے ابدی سفر پر روانہ ہو جاتا ہے۔ شبنم چونکہ حقیقت پسند شاعرہ ہیں۔ اس لیے انھوں نے اس موضوع پر بھی توجہ دی۔ دو اشعار ملاحظہ کیجیے:

چلنے دو یونہی قافلہ غم کو ذرا دیر
تم اس کی روانی میں رکاوٹ تو نہ ڈالو

(اضطراب، ص۳۲)

ابھی کچھ دیر اس دنیا میں رہتی

مگر میں اب بہت گھبرا گئی ہوں

(اضطراب، ص۵۳)

اسلوب کسی بھی شاعر کی انفرادیت برقرار رکھنے میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ "اضطراب" میں شاعرہ کا اسلوب "شب زاد" کا ارتقا نظر آتا ہے۔ الفاظ کے چنا ؤ سے لے کر تراکیب کے انتخاب تک وہ اپنی انفرادیت برقرار رکھتی ہیں۔ فارسی تراکیب کا استعمال دیکھیے:

حیف وہ طائرِ خوش رنگ کہ سب جس کے لیے

دانہ و دام کی تدبیر کیے جاتے ہیں

(اضطراب، ص۲۰)

لازم ہے حفاظت بھی تو اس خانہ دل کی

رہتے ہو مرے گھر میں مگر کیسے مکیں ہو

(اضطراب، ص۶۹)

بحیثیت مجموعی اضطراب کی غزل تازگی و ندرت، نفاست، لطافت اور رکھ رکھاؤ کا نہ صرف اعلیٰ نمونہ ہے بلکہ موضوعاتی تنوع بھی قابلِ داد ہے۔ ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش کے خیال میں:

"شبنم نے ایک باشعور فنکارہ کی طرح روایت سے فن سیکھا اور حال سے ادراک کی قوت اور فکر و شعور کی اصالت پیدا کی ہے وہ اپنے ادراک و شعور کو ظاہر و باطن کے تمام محرکات سے منضبط کر کے شعری تخلیق کو جنم دیتی ہیں۔ یہ صلاحیت انہیں ایک مخصوص لب و لہجہ بخشتی ہے اور ان کی اپنی پہچان اور منفرد آواز بن جاتی ہے۔"(۱۳)

"اضطراب" کی شاعری سے ایک ایسی عورت کا تصور ابھرتا ہے جو مضبوط اعصاب کی مالک ہے۔ واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ شاعرہ وہ دنیاوی قباحتوں اور انسانی کمزوریوں سے بخوبی آگاہ ہے۔ اس لیے کبھی شعوری اور کبھی لاشعوری طور پر ان سے بچنے کی کوشش کرتی ہے۔ اس کوشش میں وہ کبھی خود بھی زخمی ہوتی ہے۔ ڈاکٹر سلیم اختر لکھتے ہیں:

"شبنم شکیل شعرا اور شاعرات کی مانند حسن، بغض اور غیبت کے پیدا کردہ اعصابی تناؤ سے محفوظ ہے۔"(۱۴)

"اضطراب" کی غزلیں اس بات کی عکاسی کرتی ہیں کہ شاعرہ اپنے خیالات کی قوت سے رویّوں میں تبدیلی چاہتی ہے۔ موضوعاتی اعتبار سے اضطراب کی غزلیں اپنی الگ شناخت کی حامل ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ اظہر جاوید، مضمون "شبنم اور شب زاد ایک مطالعہ"، ماہنامہ تخلیق راولپنڈی، نومبر ۱۹۸۸ء، ص ۲۲۔

۲۔ مکتوب، چوہدری ابن النصیر بنام شبنم شکیل، مورخہ ۱۰۔اگست

۳۔ اظہر جاوید، شبنم اور شب زاد ایک مطالعہ، مضمون مشمولہ (ماہنامہ) تخلیق راولپنڈی، نومبر ۱۹۸۸ء، ص۔۲۸

۴۔ اظہر جاوید، شبنم اور شب زاد ایک مطالعہ، (مضمون)، مشمولہ تخلیق (ماہنامہ)، ص۔۱۷

۵۔ مکتوب چودھری ابن النصیر بنام شبنم شکیل، مورخہ ۱۰۔اگست ۱۹۹۱ء

۶۔ سیّد ضمیر جعفری، شبو کے شکیل ہونے تک، مضمون، مشمولہ چہار سو (ماہنامہ)، راولپنڈی، ستمبر اکتوبر، ۱۹۹۵ء، ص۔۲۷

۷۔ جمشید مسرور، فقد سخن سے شہر میں توقیر جس کی ہے، مضمون، مشمولہ ماہنامہ بازگشت، اوسلو، مارچ، ۱۹۹۵ء، ص۳۱

۸۔ ایم سلطانہ بخش، ڈاکٹر، روزنامہ جنگ، راولپنڈی، ۱۲اگست ۱۹۹۴ء

۹۔ خالدہ حسین، روزنامہ جنگ، راولپنڈی، ادبی ایڈیشن، ۶اگست ۱۹۹۷ء

۱۰۔ غلام شبیر رانا، (مضمون) اضطراب ایک مطالعہ، ماہ نور (ماہنامہ)، لاہور، اپریل ۱۹۹۵ء، ص۲۱

۱۱۔ افتخار عارف، (مضمون) شامِ احترام ہمدرد فاؤنڈیشن (ماہنامہ) چہار سو، راولپنڈی، ستمبر اکتوبر ۱۹۹۵ء، ص۳۱

۱۲۔ خالدہ حسین، روزنامہ جنگ، راولپنڈی، ادبی ایڈیشن، ۶اگست ۱۹۹۷ء

۱۳۔ ڈاکٹر سلطانہ بخش، روزنامہ جنگ، راولپنڈی، مورخہ ۱۲، اگست ۱۹۹۴ء

۱۴۔ ڈاکٹر سلیم اختر، مضمون، درِ اضطراب پر دستک، ماہنامہ چہار سو، راولپنڈی، ستمبر اکتوبر ۱۹۹۵ء، ص۳۴

References

1. Azhar javeed,mazmoon ‘’shabnm or shabzad aik mutaliya’’,mahnama takhleeq Rawalpindi,nov 1988,page22
2. Maqtoob,chuhdary ibne naseer benam shabnm shakeel,14 august
3. Azhar javeed, ,mazmoon ‘’shabnm or shabzad aik mutaliya’’,mahnama takhleeq Rawalpindi,nov 1988,page 28
4. Azhar javeed, ,mazmoon ‘’shabnm or shabzad aik mutaliya’’,mahnama takhleeq Rawalpindi,nov 1988,page 17
5. Maqtoob,chuhdary ibne naseer benam shabnm shakeel,14 august 1991
6. Sayad zameer jafary,shabu k shakeel hony tak,mazmoon,mashmula,chahar so,Rawalpindi,sep-oct ,1995,page27
7. Jamsheed masroor faqat sukhen se shehr mein toqeer jis ki hai,mazmoon,mahnama baz gisht,oslo,march 1995,page31
8. M sultana baksh,doctor,roznama jung ,Rawalpindi,12 august 1994
9. Khalida Husain,roznama jang,Rawalpindi,adbi adition,6 august 1997
10. Ghulam shabir rana,(mazmoon)istrabaik mutaliya, mahnoor,Lahore, 1995, page 21

11. Iftikhar arif, mazmoon, sham ahtram hamderd foundation , char su, Rawalpindi, September-october, 1995, page 31
12. Khalide hussain, roznama jung, Rawalpindi, adbi foundation, 12 august 1994
13. Dr. sultana baksh, roznama jung, Rawalpindi, 12 august 1994
14. Dr. saleem akhtar, mazmoon, dar r iztrab pr dastak, mahnama char su, Rawalpindi, September-october, 1995, page 34